تعلیق 6[1]

'تھیوکریسی' اور 'ڈیموکریسی' ہر دو شرک کی نفی

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف۔

یہاں سے اُس "پاپائیت" papacy اور اُس "پیشوائیت" clergy کی بھی نفی ہو جاتی ہے جو یورپ کے 'مذہبی ادوار' (جس کا ایک نام اُنکے ہاں 'تاریک ادوار' dark ages ہے) کی یادگار باور کی جاتی ہے (اور جس کا ترجمہ ہمارے دانشوروں کی لغت میں 'ملائیت' سے کیا جاتا ہے!)، اور جس میں اُن کے احبار و رہبان کو تحلیل و تحریم کا مطلق اختیار حاصل رہا ہے؛ اور جس پر سورۃ التوبۃ (آیت 31) کے اندر باقاعدہ "شرک" کی فردِ جرم عائد کی گئی ہے... نیز اُس "جمہوریت" کی بھی نفی ہو جاتی ہے جس میں نام نہاد نمائندگانِ جمہور سب معاملات کے اندر حتمی مرجع ہوتے ہیں۔ اِدھر ہے دینِ توحید، جو دنیا کی کسی ملت پر قیاس نہیں ہوتا: یہاں حتمی مرجع اللہ اور اس کا رسول ہے؛ نہ ملّا نہ امیر، نہ پوپ نہ پارلیمنٹ: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ "پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسولؐ کی طرف"۔ اسلام میں "امراء و علماء" کو "أُولِي الْأَمْرِ" کے زیر عنوان جماعتِ مسلمہ کی امامت سونپ ضرور رکھی گئی ہے۔ لیکن ہے یہ "جماعتِ مسلمہ" کی امامت؛ جس کا وجود ہی "اسلام" یعنی توحید اور فرمانبرداری سے پھوٹتا ہے اور خدائے واحد کی "عبادت" اور اُس کے فرستادہ نبی کی "اطاعت" کے گرد گھومتا ہے۔ نہ یہاں کے علماء کبھی پوپوں اور پادریوں والے 'آسمانی' اختیارات رکھیں گے۔ اور نہ یہاں کے امراء کبھی جمہوری نمائندوں اور قانون سازوں والے 'زمینی' اختیارات رکھیں گے۔ یہاں ہر شخص کتاب اور سنت کی نصوص کو بنیاد بنا کر علماء کو بھی چیلنج کر سکتا ہے اور امراء کو بھی۔ یہاں "اتباع" ہے نہ کہ "ابتداع"۔ یہاں ہر چیز آپ کو "نکالنا" اور "اخذ" کرنا ہے کتاب و سنت کی

[1] ابن تیمیہ کے متن میں دیکھئے فصل اول، حاشیہ 6

"نصوص" سے، بذریعہ "اصولِ فقہ"، وبذریعہ "علماء وفقہائے شریعت"، جس طرح کہ خلفائے راشدین کے یہاں ہوتا رہا تھا اور جو کہ سیدھا سیدھا کتاب اور سنت سے "**استنباط اور استدلال**" کہلاتا ہے۔ یہاں معروف معنوں کی 'قانون سازی' ایسی سنتِ جاہلیت کہاں سے نکل آئی؟

نہایت واضح ہو: جملہ معاملات کو "اللہ اور رسول کی طرف" لوٹانا ایک معلوم اور واضح اسلامی آئین ہے۔ یہ ایک باقاعدہ فقہی پراسیس ہے؛ جو اول تا آخر "اتباع" ہے۔ اس عظیم الشان مبحث کو اتنی سی ایک شق میں بھگتا دینا کہ 'کتاب وسنت کے خلاف قانون نہ بنایا جائے گا' مضحکہ خیز ہے۔[i] 'کتاب وسنت کے خلاف' قانون بنانے یا نہ بنانے کی نوبت تو بعد میں آئے گی حضرات؛ **اسلام کا آئین تو یہ ہے کہ خود کتاب وسنت ہی کو قانون مانا جائے**، ہر قانون سے بالاتر قانون اور ہر آئین سے بالاتر آئین؛ جس سے استنباط اور استدلال کے طریقے بھی اسلام کا علمِ اصولِ فقہ خود فراہم کرے گا۔ یعنی **اسلام آپ کو آئین اور قانون بھی نہ صرف خود دیتا ہے بلکہ اُس آئین اور قانون کی تعبیر وتشریح interpretation of the text کے اصول ومبادی بھی خود دیتا ہے، نیز اِس تعبیر وتشریح کے مجاز لوگوں کا بھی اسلام خود تعین کرتا ہے، یعنی فقہائے شریعت۔**[ii] ('پارلیمنٹ' اِس "اللہ ورسول کے در پر" اتنی ہی ایک بے دخل مخلوق ہے حضرات؛ بشرطیکہ "اللہ اور رسولؐ" کا تعارف آپ کو "قرآن" اور "یومِ آخرت پر ایمان" سے ہوا ہو!) پس یہاں سے 'قانون سازی' کا وہ سارا تصور اور وہ پوری اپروچ ہی باطل ٹھہرتی ہے جو ایک ڈیڑھ سو سالہ تعلیمی وتہذیبی عمل کے نتیجے میں اذہان کے اندر راسخ کرائی گئی؛ اور اب وہ لاشعور میں جا اتری ہے؛ لہٰذا ہمارے قرآنی پیراڈائم کے ساتھ وہ قدم قدم پر معاملے کو الجھانے کا باعث بن رہی ہے۔ اسی ذہنیت کو مغرب سے درآمد کرلینے کے بعد طریقے طریقے سے آج ہمارے یہاں اسلام کے پیوند لگوائے جارہے ہیں جبکہ اصل خناس اس کے اندر وہی 'پارلیمنٹ کا اختیار' ہے (جس کو 'ختم کریں تو آخر کتنا کریں'؟! ہمارا جواب: اس کو دفن ہی کردینا اور اس سے بیزار ہی ہوکر آنا ہوگا) جو اِس درآمد شدہ اور پیوند شدہ جمہوریت میں مسلسل اور بآوازِ بلند بول رہا ہے؛ اور جس سے انکار کرنا ایک سامنے کی حقیقت جھٹلانے کے مترادف ہے۔ یہ ایک سرتاپیر تبدیلی ہے حضرات: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور تم میں سے اولی الامر کی۔ پھر جہاں اختلاف کر لو وہاں اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف، اگر تم ہو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے''۔ کلام اللہ کے یہ چند الفاظ مکمل آئین ہیں۔

---

[i] یہ وہ قوی ترین عبارت ہے جو موجودہ دور کے بعض دساتیر سے ''اسلام'' کے حق میں پیش کی جاتی ہے: (کتاب وسنت کی 'تعلیمات' کے خلاف کوئی قانون نہ بنایا جائے گا)۔ ابھی ہم ان چور دروازوں کی بات نہیں کریں گے جو اِن دستوری ابواب ہی کے اندر باقاعدہ ''نصوص'' کی صورت رکھے گئے ہیں؛ اور جس کے بعد خود اِس عبارت کی بھی کوئی خاص حیثیت نہیں رہ جاتی (ورنہ ''آئین'' کی خلاف ورزی کوئی ایسی چیز نہیں جس کو آپ اس ملک کی عدالت میں چیلنج ہی نہ کر سکیں؛ مسئلہ خود آئین ہی کے کسی سقم کا ہوتا ہے، اور جس کو ہم نے 'چور دروازے' کہا ہے، اور جس کے باعث وہ چیز ایک 'واضح آئینی خلاف ورزی' کے زمرے میں ہی نہیں آتی؛ بلکہ آئینی ماہرین کے ہاں اُس کی ہزارہا توجیہات ہونے کا امکان ہوتا ہے؛ جس کے باعث آپ کو 'سپریم کورٹ' سے اس مسئلہ پر کچھ ملنے کی توقع نہیں ہوتی؛ اور یہ ابہام آئین سازوں کا باقاعدہ مقصود ہوتا ہے؛ ورنہ اگر خود آئین ہی کے اندر یہ چور دروازے نہ ہوں تو ایسا بہر حال نہیں کہ ایک 'آئینی ریاست' میں 'آئین کی ایک واضح خلاف ورزی' کوئی ایسی ہی مبہم اور ناقابلِ چیلنج رہے)۔ البتہ ہم یہاں ان چور دروازوں کی بھی بات نہیں کر رہے؛ جن کے ہوتے ہوئے اصولاً ایسی کسی دفعہ کو زیرِ بحث لانا وقت کا ضیاع ہے۔ ہم اِس 'مفروضے' کو لیتے ہوئے کہ 'آپ کے یہاں کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا' عقیدۂ اسلام کا یہ مبحث بیان کرنا چاہیں گے کہ ''آئینِ اسلام'' اِس چیز کا نام بہر حال نہیں ہے۔ ''اتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ'' اِس کو نہیں کہیں گے۔ ''اسلام'' اور ''اتباع'' یہ ہے کہ آپ ہدایت ہی اُس چیز میں تلاش کریں جو آسمان سے اتری ہے اور جو کہ کلماتِ خداوندی ہیں اور احادیثِ رسولِ خداوندی۔ خود اسی ''**آسمان سے اتری ہوئی چیز**'' کو وہ ٹیکسٹ مانتا ہو گا **جس کے ایک ایک لفظ سے آپ ''استدلال'' اور ''استنباط'' کے پابند** ہوں گے اور پھر اسی سے جو چیز ''نکل'' کر آئے اُس کے ''**پیچھے چلنا**'' ہو گا۔ المختصر... اِن دو باتوں میں بہت فرق ہے:

1. ایک ہے ''حکمِ خداوندی کے خلاف نہ چلنا'' (وہ بھی اگر کوئی چور دروازہ نہ رکھا گیا ہو، جو کہ ایک مفروضہ ہے؛ یہاں تو بڑے بڑے پھاٹک ہیں، جو کہ ہر کس وناکس کو معلوم ہے)
2. اور دوسرا ہے ''حکمِ خداوندی کے پیچھے چلنا اور اس کے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک اشارے سے احکام اخذ کرنا اور ان کو اپنے لیے مطلق لائقِ اطاعت جاننا''۔

ثانی الذکر کا نام ''ایمان'' ہے۔ ''اتباع'' ہے۔ ''اطاعت'' ہے۔ ہم چودسو سال سے اس کو اپنے ایک باقاعدہ آئین کے طور پر جانتے ہیں۔ آسمانی ہدایت کے بالمقابل یہ انسانی رویہ ہمارے شرعی مصادر میں جگہ جگہ سراہا گیا ہے۔ البتہ اول الذکر ہمارے لیے ایک نامانوس چیز ہے، نہ ہماری تاریخ اس سے واقف، نہ ہماری شریعت میں اس کا کوئی بیان اور نہ ہمارے راشدین سے ایسی کوئی چیز ماثور۔ راشدین جو سیدھا سیدھا قرآن مجید سے ''اخذِ مسائل'' کرتے تھے۔ 'قانون سازی' کا لفظ ہی یا اس کا کوئی مترادف ہی کوئی ہمیں خلفائے راشدین سے لا کر دکھادے۔ ایک چیز اپنے پورے پس منظر کے ساتھ خود بتاتی ہے کہ وہ آپ کے یہاں 'کہاں' سے آئی ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (النور:51،52)

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

ii جبکہ یہاں صورتحال یہ ہے کہ ''کلام اللہ'' کو اور نہ ''سنتِ رسول اللہ'' کو آئین اور قانون کا متن text of the law ہی نہیں مانا جاتا، اس سے ''استدلال و استنباط'' کا پابند ہونا تو بعد کی بات!!! اس کو 'اسلامی' کی سند دینے والے حضرات فرمائیں، ابو بکرؓ و عمرؓ کے ہاں کیا واقعتاً کلام اللہ کی یہی 'آئینی حیثیت' تھی؟ کیا وہاں ''جماعتِ مسلمہ'' (جس کا ترجمہ آپ کے یہاں 'اسلامی ریاست' ہوتا ہے) کلام اللہ کو text of the law جانتے ہوئے اسکے ایک ایک لفظ سے براہِ راست استنباط و استدلال کی پابند نہ تھی؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ قرآنِ مجید کی اس ''حیثیت'' کو نہ ماننا کیا ہے؟ اس مبحث کو بھی ہم ان شاء اللہ کسی اور مقام پر کھولیں گے۔